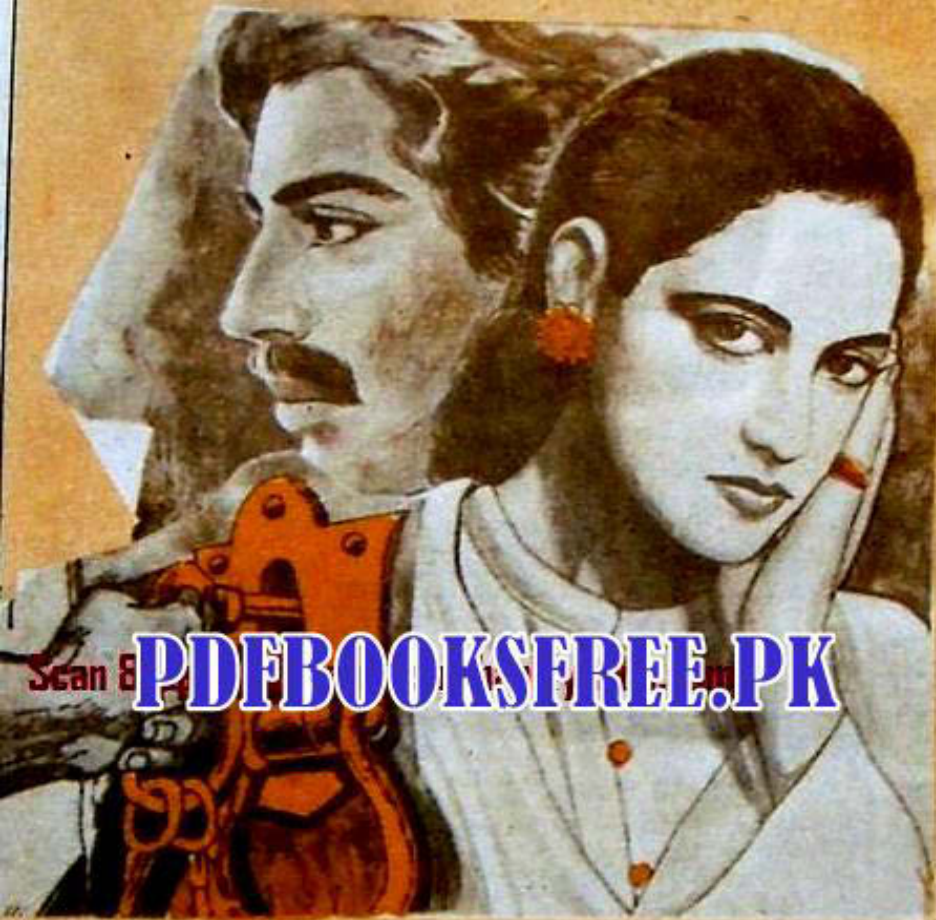


# انتخاب

جرم و سزا کی  
سچی کہانی

ایک اے راحت



Scan 8 PDFBOOKSFREE.PK

عمارت رہائش کم، عجائب گھر زیادہ لگتی تھی۔

آج رات اس محل نما بنگلے میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مہمانوں کی گاڑیاں، ملبوسات اور دیگر لوازم بتارے تھے کہ معاشی مرحلے کے اعتبار سے وہ بنگلے کے کینٹنوں سے کسی طرح کم تر نہیں ہیں۔ یہ درجن بھر مہمان بنگلے کے مرکزی ہال میں خوش گپیوں

پڑانی طرز کا طویل و عریض، بلند و بالا بنگلہ پہلی نظر میں ایک پڑ شکوہ قلعہ دکھائی دیتا تھا۔ گرم و سرد موسموں نے عالی شان عمارت کے در و دیوار کو زیادہ مستثر نہیں کیا تھا۔ بنگلے کی اندرونی آرائش و زیبائش بھی قابل دید تھی۔ بنگلے کے درجنوں کمروں میں بیش قیمت، نادر و نایاب اشیاء کا اتنا وسیع ذخیرہ موجود تھا کہ



نے درست پہچانا ہے ناں؟  
”بھئی واو، کمال کرو یا تم نے تو اتنی جلدی تو میں  
نے بھی اسے نہیں پہچانا تھا، بہر حال تم عدیل اور دیگر  
مہمانوں کو انٹرنین کرو مجھے اختر چچا کو لینے کے لئے“



بھانے لگتی ہیں جبکہ لڑکوں کی اکثریت اپنی وجہن میں  
گمن ہوتی ہے۔ ویسے بھی گزشتہ دس بارہ برسوں کے  
دوران آپ میں کوئی غیر معمولی یا انتہائی تبدیلیاں  
روئیا نہیں ہوئی ہیں جبکہ میں ان دنوں کے مقابلے  
میں کافی مسلم ہو چکی ہوں۔ آپ نے تو مجھے مولیٰ،  
بھدی اور کامل راحیلہ کے طور پر ہی دیکھا تھا جسے یا تو  
کھانے سے دلچسپی تھی یا پھر اپنے بڑے بھائی اور اس  
کے دوستوں کی چغلیاں کرنے کا شوق تھا۔“

کچھ دیر کی بات چیت کے بعد عدیل اور راحیلہ  
میں خاصی بے تکلفی پیدا ہو گئی اور وہ مل کر میزبانی کی  
ذمہ داری نبھاتے رہے۔ اسی اثناء میں چند مہمانوں  
نے راحیلہ سے فرمائش کی کہ انہیں بیگلے کی عمارت اور  
اس میں موجود تاریخی نوادہ رکھائے جائیں۔

”عدیل صاحب، مجھے کچن میں جا کر کھانے کی  
تیاری کا جائزہ لینا ہے، یہ کام تو آپ بھی کر سکتے  
ہیں، ہمارا کھر تو آپ کا دیکھا بھالا ہے۔“  
عدیل نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ چاندی والا

ریلوے اسٹیشن جاتا ہے، تم تو خانتی ہو کہ انہیں  
ایروپلین کے سفر سے ڈر لگتا ہے اور اگر میں خود انہیں  
لینے ریلوے اسٹیشن نہ جاؤں تو وہ برا مان جاتے  
ہیں۔ تم فکر نہ کرو، میں جلد از جلد واپس لوٹنے کی  
کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ ڈنر کے وقت میں یہاں  
موجود ہوں گا۔“ اپنی بہن کے چہرے پر ناگواری کی  
جھلک پا کر اس نے کہا۔ ”مجبوری ہے راحیلہ ورنہ میں  
بھی جانتا ہوں کہ مہمانوں کو چھوڑ کر جانا بدتمیزی ہے،  
تم تنہا نہیں ہو، عدیل بھی تمہارے ساتھ ہے۔“

ارشاد کے رخصت ہونے کے بعد عدیل نے  
راحیلہ کا موڈ صبح کرنے کے ارادے سے بات شروع  
کی۔ ”مجھے بھی حیرت ہے کہ اتنے برسوں بعد آپ  
نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ اگر ارشاد آپ کو راحیلہ کہہ کر  
مخاطب نہ کرتا تو شاید میں آپ کو پہچان نہ پاتا۔“

”لڑکیوں اور لڑکوں میں یہی تو سب سے بڑا  
فرق ہے عدیل صاحب، ہم لڑکیاں بہت کم عمر میں  
زندگی کے ہر منظر، ہر کردار کو نگاہیں کھول کر ذہن میں

جاننا اور سمجھنا اس کی ذمہ داری ہے۔

”اس کا مطلب ہے سب تم بہت بڑے سینئر ہیں  
مجھے ہو۔ سینئر ارشاد چاندی والا، تم سے تو اب سوچ کچھ  
گربات کرنا پڑے گی، نہ جانے کون سی بات بری لگ  
جائے۔“ عدیل نے مرعوب ہونے کی لہوکاری کی۔ ”یار  
زیادہ ڈرامے بازی کی تو اچھا نہیں ہوگا، تو بھی تو تھانے  
دار بن گیا ہے، اصولاً تو ہمیں تم سے ڈرنا چاہیے، نہ  
جانے کس بات پر طیش کھا کر ہمیں اندر ڈال دو۔ ارشاد کی  
اس بات پر ان دونوں نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

”اور ہاں، مار عدیل میں بھول نہ جاؤں، کل  
شام میرے گھر پر ایک تقریب ہے، تمہیں ہر قیمت پر  
اس میں شریک ہونا ہے۔“

”میں کوشش کروں گا لیکن وعدہ نہیں کر سکتا، تم ہم  
پولیس والوں کی زندگی سے واقف ہو، نہ جانے کب  
کون سی مصیبت سر پر پڑ جائے، ہمارا تو دن دن اپنا ہے  
اور ندرات۔“ عدیل نے اپنی مجبوری بتائی۔

”مجھے بتا تھا تم بھی کب لوگے، مارچا تم اپنی طرف  
سے کوشش تو کرنا، جلد نہ آسکو تو دیر سے آ جانا۔ میں  
تمہارا انتظار کروں گا۔“

عدیل انکار نہ کر سکا۔ اسے محض اتفاق ہی کہتا  
چاہئے کہ اسپیکر سرفراز احمد نے شام کو اسے ایک کام  
سونا جو موقع سے پہلے عمل ہو گیا اور عدیل وقت پر  
تقریب میں پہنچ گیا۔ ارشاد چاندی والا نے اسے دیکھ  
کر نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ وہ دونوں آپس میں  
باتیں کر رہے تھے کہ ایک خوش شکل و خوش لباس لڑکی  
ان کے پاس آن کھڑی ہوئی۔

”اوہ راحیلہ! تم اب میں تمہاری یادداشت اور  
ذہانت کا امتحان لوں گا، ذرا تباہ تو سہی کہ ہمارے یہ  
مہمان کون ہیں؟“

دراز قامت راحیلہ کی فراخ پیشانی پر محض چند  
لمحوں کے لئے سوچ کی لکیریں نظر آئیں، پھر اس  
نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”عدیل احمد  
ہیں، آپ کے بچپن کے دوست اور کلاس فیلو۔ میں



میں معروف تھے۔ بیگلے کے باورچی خدمت گار  
نہایت مستعدی سے ان کی فرمائشوں کی تعمیل کر رہے  
تھے۔ چاندی والا گھرانے کی مہمان نوازی شریکی اعلیٰ  
سوسائٹی میں سرب اعلیٰ کی حیثیت رکھتی تھی اور  
چاندی والا ہاؤس میں منفقہ کی تقریب میں شرکت  
اعزاز کی بات بھی جانی تھی۔ ان تقریبات کے لئے  
کوئی خاص موقع یا جواز ہونا ضروری نہیں تھا۔ موجودہ  
تقریب بھی ایک ایسی ہی ”بلا جواز“ تقریب تھی۔

ارشاد چاندی والا اسکول کے زمانے میں عدیل  
کا کلاس فیلو ہوا کرتا تھا لیکن پھر اسے لیول کے بعد  
ارشاد کو اس کے باپ اکبر چاندی والا نے مزید تعلیم  
حاصل کرنے کے لئے بیرون ملک روانہ کر دیا۔ برس  
بارس کے بعد عدیل اور ارشاد کا آمناسامنا ہوا اور ان  
دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان بھی لیا۔ وہ دونوں  
خاصی گرم جوشی سے ایک دوسرے سے ملے۔ ارشاد  
نے ابتدائی دہائی انگلو کے بعد بتایا کہ اس کا باپ اکبر  
چاندی والا فوت ہو چکا ہے اور اب وسیع کاروبار اور



اور ان کے حواری بھی بلیر ڈھیلے آتے تھے۔ اسی کمرے میں چاندی والا مٹی کا قدیم اسٹے کا ذخیرہ بھی۔ عدیل نے یہ کہتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک نسوانی صبح نے اس کی بات کاٹ دی۔ اگلے ہی لمحے کئی اور حیرت زدہ عورتیں بھی سنائی دی گئیں۔ عدیل خود بھی اپنی جگہ ساکت ہو چکا تھا۔ اس کا ہاتھ اب بھی دروازے کی تاب پر تھا، اس کی نظریں بلیر ڈھیلے کی میز پر جمی ہوئی تھیں۔

بلیر ڈھیلے پر ایک نوجوان اونٹھے منہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے سر گئے بال خون میں لتھڑے ہوئے تھے۔ اس کا رخسار خون کے چھوٹے سے تالاب میں ٹپکا ہوا تھا اور بے نور آنکھیں دروازے کو گھور رہی تھیں۔ خون نے ٹیبل کے دبیز سبز نشن کو سیاہی مائل رنگ دے دیا تھا۔

عدیل نے اگلے ہی لمحے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے مہمانوں سے کمرے سے باہر نکلنے کی درخواست کی اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ کچھ لوگ اسے سوالیہ نظروں سے گھور رہے تھے۔ ”میرا خیال ہے ہم سب کو واپس ہال میں چلنا چاہیے۔ میں تمہارے فون کر کے اس حادثے کی اطلاع دیتا ہوں۔“ یہ سن کر تمام مہمان پریشان نظر آنے لگے۔

”آپ لوگ فکر نہ کریں۔ میں خود بھی پولیس آفیسر ہوں، آپ لوگوں کا زیادہ وقت برباد نہیں کیا جائے گا۔“

کچھ مہمانوں نے دبے لہجے میں اعتراض کیا لیکن عدیل نے کسی قسم کی چٹک ظاہر نہیں کی۔ عدیل نے تمہارے فون کر کے اس واقعے کی اطلاع دی اور پھر مہمانوں سے درخواست کی کہ وہ ہال کمرے تک محدود رہیں یہ سن کر مہمانوں کے چہرے پر چھائی ناگواری مزید گہری ہوئی۔ اسی اثناء میں راحیلہ بھی وہاں پہنچ گئی۔ عدیل اسے ہال کمرے سے باہر لے گیا اور حتی الامکان حد تک سادہ الفاظ میں صورت حال کا انکشاف کیا۔ ”اف میرے خدا!“ راحیلہ کئی

کھرانے کی تاریخ اور ان کی ملکیت میں موجود نوادار کے بارے میں معلومات کو ذہن میں تازہ کرتے ہوئے اس نے مہمانوں کو اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ خوش قسمتی سے مہمانوں کو اس کی باتوں میں کم اور ہٹکے کے مختلف کمروں میں جی بیش قیمت تصاویر، طغیوں، آرائشی اشیاء اور تاریخی نوادار میں زیادہ دلچسپی تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے ضرور چل رہے تھے تاہم وہ زیادہ انحصار اپنی آنکھوں پر کر رہے تھے۔ ”یہ گراؤندہ فلور پر آخری کمرہ ہے جسے بلیر ڈھیلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔“ عدیل نے ایک کمرے کے بند دروازے کے ساتھ رکتے ہوئے کہا۔ ”کسی زمانے میں اس کمرے میں انگریز حاکم

لحوں کے لئے سن ہو کر رہ گئی۔ پھر اس کی پیشانی پر فکر کی لکیریں ابھریں۔“ آپ کا کہنا ہے کہ آپ اسے نہیں جانتے کہ وہ کون ہے؟“

”ہاں، میں اسے پہچان نہیں سکا، میرا ابتدائی اندازہ یہ ہے کہ وہ مہمانوں میں سے کوئی ہے۔“

راحیلہ کے چہرے پر اطمینان اور تشویش کا عجیب و غریب امتزاج ابھرا۔ ”پھر اسے اس کے اپنے گھر پر قتل کیوں نہیں کیا گیا، آخر ہمارا ہی گھر کیوں؟“

”ہمیں پولیس کی آمد تک مہمانوں کو ہال تک محدود رکھنا ہے، ان کی بے قراری لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی ہے۔“ عدیل نے راحیلہ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ”بہتر ہے آپ ان کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کریں۔“

”اوہ، مجھے آپ کی مشکل کا اندازہ ہے عدیل صاحب، کھانا بس تیار ہونے ہی والا ہے، اس اثناء میں مہمان چائے پیئیں گے لیکن میں بچن کی طرف واپس

جانے سے پہلے ایک نظر بلیر ڈھیلے پر ڈالنا چاہوں گی۔“ ”ٹھیک ہے لیکن کسی چیز کو چھونے کی کوشش نہ کرنا۔ کمرے کے اندر جانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ دروازے سے ہی جھانک کر دیکھ لو۔“

”ٹھیک ہے، میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔ میں تو صرف یہ یقین کرنا چاہتی ہوں کہ مرنے والا کوئی ہمارا قریبی عزیز تو نہیں ہے۔“

عدیل راحیلہ کو بلیر ڈھیلے کی طرف جاتے دیکھتا رہا۔ راحیلہ نے دروازہ کھول کر ایک نظر ڈالی۔ اگلے ہی لمحے وہ واپس لوٹ آئی۔ اس کا چہرہ اسفید پڑا ہوا تھا اور آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹکی نظر آ رہی تھیں۔ ”کافی دہشت ناک منظر ہے نا؟ میں نے تو آپ کو منع کیا تھا۔“ عدیل نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

راحیلہ مزید کچھ کہنے کے بجائے ایک دبیز صوفے پر ڈھیر ہوئی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔ ”وہ لائق





علیحدہ کر لوں، میں نہیں چاہتا کہ تمہارے خاندان کے راز کریدنے میں مجھے اپنے ہم پیشہ افراد کے ساتھ شریک ہونا پڑے۔“

”میں نہیں چاہتا کہ تم جاؤ لیکن میں تمہیں مزید زحمت نہیں دینا چاہتا، پہلے ہی تم نے میری وجہ سے بہت وقت برباد کیا ہے۔“ ارشدانے شرمندہ لہجے میں کہا۔

”یہ بات نہیں ہے میرے بھائی، ان نراکتوں سے قطع نظر، میں کسی جیتے جاگتے انسان کی کھوپڑی توڑنے والے قاتل کا وجود برداشت نہیں کر سکتا، خصوصاً جب اس واردات کی چیز سے تمہاری پوری فیملی شک کی زد میں ہو۔ اس موقع پر میں غیر جانبدار رہنا چاہوں گا۔“

لیکن قائل کا بتا تو چلنا ہی چاہئے۔ ہم آخر کب تک ایک دوسرے کو ٹھٹھکی کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے زندگی گزاریں گے؟ اس بے اعتمادی کے ماحول سے تو کہیں بہتر ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک پچاسی کے تختے یا کال کوٹھری میں پھینچ جائے۔“ ارشاد نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

”اگر تم واقعی یہ خیالات رکھتے ہو تو میں یہ کیسے پوری طرح اپنے ہاتھ میں لے کر قاتل کو تلاش کرتا ہوں لیکن تمہیں فری ہینڈ دینا پڑے گا۔“ عدیل نے کہا۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں، میں بس یہ چاہتا ہوں کہ معاملہ جلد از جلد صاف ہو جائے۔“

مہری کی وجہ سے ہمیں ہر وقت یوں لگتا جیسے وہ کسی موقع کی تاک میں ہے۔  
 ”تو پھر اراجلہ اس مشکوک شخص سے کیوں شادی کرنا چاہتی ہے؟“

”کیونکہ اس کے پاس دولت تھی۔“ ارشاد نے  
سادہ لہجے میں کہا۔ ”اب تم سے کیا چھپانا، ہمارے  
خاندان کے مالی حالات کچھ زیادہ بہتر نہیں، راحیلہ  
اس سے شادی کر کے خاندان کو سہارا فراہم کرنا چاہتی  
تھی۔ میری ماں کو اصل اعتراض اسی بات پر تھا۔ اگر  
راحیلہ سچ سچ لائق احمد سے محبت کرتی تو ماں اس کی  
تمام تر خامیوں کے باوجود اسے قبول کر لیتی، خواہ ہم  
سب اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ ہم سب  
اس وقت سے ڈر رہے تھے جب راحیلہ اور لائق احمد کی  
شادی ہوگی اور لائق احمد ہمارے گھر یعنی چاندی والا  
ہاؤس میں شفٹ ہو جائے گا۔“

”کیا وہ دونوں چاندی والا ہاؤس میں مقیم ہونے کا ارادہ رکھتے تھے؟“ عدیل نے شدید حیرانی کے عالم میں پوچھا۔ ”یعنی لائق گھر و اماں دہننا چاہتا تھا؟“

”ہاں، راحیلہ کا خیال تھا کہ لقیٰ کی دولت کسی بچے وغیرہ کی خریداری میں صرف ہونے کے بجائے ہمارے زیادہ کام آسکتی ہے، لقیٰ نے تو یہ اشارہ بھی دے دیا تھا کہ شادی کے بعد وہ میرے استعمال میں

رہنے والے ماسٹر بیڈروم کو اپنا ٹھکانا بنانا چاہے گا یعنی مجھے وہ کمرہ خالی کرنا پڑے گا، وہ اس قسم کا بندہ تھا۔“ عدیل نے ارشاد کے آخری جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تمہارے خیال میں لائق احمد نے کوئی وصیت وغیرہ چھوڑی ہوگی؟“

”وہیت؟“ ارشاد نے حیرانی سے کہا۔ ”وہ مجھے مستقبل کی زیادہ فکر کرنے والا شخص نہیں لگتا تھا، تم یہ کیوں بوجھ رہے ہو؟“

”اوہ، کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔“ عدیل نے کہا۔  
”دیکھو یا ارشاد، مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب و غریب  
لگ رہا ہے، بہتر ہے کہ میں خود کو اس معاملے سے

جواب کے طویل اور تھکا دینے والے سلسلے کے بعد نصف گھنٹے پہلے ہی بجلے سے رخصت ہوئی تھی اور باقی گھر والے ابھی اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ ارشاد کے شدید اصرار پر عدیل اس کے پاس نہیں گیا تھا۔

مختصر کیا تھا۔  
 ”اے یار تمہیں معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے کوئی زحمت نہیں ہوئی۔ یہ سب تو میری زندگی کے معمولات کا حصہ ہے۔ مجھے تو بس یہ افسوس ہے کہ مقول کسی گناہم انجی کے بجائے راحلہ کا مگنیت ثابت ہوا۔“

یہ سن کر ارشاد فرمے سے پھنکارا۔ ”لیکن مجھے اس کی موت کا کوئی انفس نہیں ہے، اور جہاں تک میرا اندازہ ہے، گھر کے کسی اور فرد کو بھی اس کے اس انجام رک کوئی انفس نہیں ہوا ہوگا جتنی کہ خود ارحیلہ کو بھی نہیں۔“

عذیل نے ارشاد کی اس بات پر زیادہ حیرانی کا اظہار نہیں کیا کیونکہ یہ بات اس نے بھی نوٹ کی تھی کہ گھر کے دیگر افراد کی مانند راحیلہ حیرانی کے شباہ سے تو متاثر ہوئی ہے تاہم اس کی اس کیفیت کو رنج و غم کا اثر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

”شاید لائق احمد کو اس گھر میں زیادہ پسند نہیں کیا جاتا تھا۔“

”تم اس کے بارے میں جذبات کو بے حد نرم  
الفاظ میں بیان کر کے دریافت کر رہے ہو۔ میری ماں

کو جب اس منگنی کے بارے میں پتا چلا تو انہیں ہارٹ  
ایک ہوتے ہوتے رو گیا۔ انہوں نے راحیلہ کو اس  
شادی سے سختی سے منع کر دیا لیکن اس کا نتیجہ اٹکلا،  
راحیلہ اپنے ارادے پر مزید ڈٹ گئی، تم تو جانتے ہی ہو  
کہ وہ بعض اوقات کس قدر سرکش ہو جاتی ہے۔“

”لیکن اس لائق احمد میں آخر کون سی برائی تھی؟“

”اس بات کو الفاظ میں بیان کرنا ذرا مشکل

ہے۔" ارشاد نے کہا۔ "بس یوں سمجھ لو کہ اس کا رویہ بہت ہی پراسرار و عجیب و غریب تھا، اس کی کوئی بھی بات واضح طور پر کسی کو معلوم نہیں تھی، رازداری اور سر



ہے۔ "راحیلہ کا لہجہ ہر قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔  
"یقیناً عدیل نے راحیلہ کا بتایا ہوا نام دہرایا۔  
"کون البتہ؟"

”میرا گیتیر“  
عذیل کو قطعاً معلوم نہیں تھا کہ راحیلہ کی مقفی ہو چکی ہے۔ وہ جی رانی سے اس کا منہ دیکھا رہ گیا۔

”مجھے افسوس ہے یا رکھتے ہیں اس بکھرے میں  
خواہ خواہ لٹا پڑ گیا۔“ ارشد چاندی والا معذرت  
بجھ کر مجھے میں عدیل سے مخاطب تھا۔ ”میں تو  
خوشگوار ماحول میں تمہارے ساتھ اسکول کے سنہرے  
دور کی باتیں دہرا رہا جانتا تھا کہ اس حادثے نے سارا  
مزہ کر کھا کر دیا۔“ ارشد چاندی والا کے چہرے پر غم  
کے ساتھ نمایاں تھے اور وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بڑا  
نظر آ رہا تھا۔  
رات کافی بیت چکی تھی۔ لمبی گفتیش اور سوال و



پھر قاتل نے رائفل فرسٹ پشیمیلی اور پلیئر ڈروم کے  
نزدیک واقع چھوٹے ہال کمرے کے عقبی دروازے  
پر سے فرار ہو گیا۔ یہ دروازہ کھلا ہوا تھا حالانکہ چاندی والا  
فیلمی کے تمام افراد اس بات پر متفق ہیں کہ اس دروازے  
کو قفل ہونا چاہئے تھا تاہم انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا  
ہے کہ اس دروازے کے کھلے یا بند ہونے پر کوئی خاص  
توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ یہ واردات لاش دریافت ہونے  
سے ایک یا دو گھنٹے پہلے ہوئی تھی۔ عدیل نے کہا۔  
”لینق کو کھیل کے دوران ہلاک کیا گیا ہے۔  
ہو سکتا ہے اسے اس کے حریف کھلاڑی نے قتل کیا  
ہو۔“ نامعہ نے خیال ظاہر کیا۔ عدیل نے نفی میں سر کو  
جھنک دیا۔ ”یہ ضروری نہیں کہ لینق کسی کے ساتھ  
پلیئر ڈھیل رہا ہو۔ چاندی والا فیلمی کے ارکان کا کہنا  
ہے کہ لینق اکثر تنہا کچھ مختلف شاس لگانے کی مشق  
کرتا رہتا تھا کیونکہ چاندی والا فیلمی میں کوئی بھی پلیئر ڈ  
کا اچھا کھلاڑی نہیں تھا۔“

نامعہ نے بیانات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔  
”چاندی والا ہاؤس ارشاد چاندی والا کے مرحوم باب  
اکبر چاندی والا کی ملکیت تھا تاہم اس کا بھائی اختر  
چاندی والا بھی اپنی فیلمی کے ساتھ اسی بنگلے میں رہائش  
پذیر ہے۔ اختر چاندی والا کی فیلمی اس کی بیوی جہاں  
آرا اور دو بیٹوں اکرم اور اکرام پر مشتمل ہے۔ اکرم کی  
چند ماہ پہلے شادی ہوئی ہے اور وہ بھی اپنی بیوی ثروت  
کے ہمراہ اسی بنگلے میں مقیم ہے۔“

”ہاں، دلچسپ بات یہ ہے کہ چاندی والا ہاؤس  
کے تمام ملین متفقہ طور پر راحیلہ کے مقتول یعنی مقتول  
لینق احمد کو سخت ناپسند کرتے تھے، حتیٰ کہ خود راحیلہ بھی  
مقتول سے بیزار تھی۔ یہ تمام اپنی ناپسندیدگی چھپانے  
کی کوشش بھی نہیں کرتے۔“ عدیل نے ان لوگوں کی  
ناپسندیدگی کی تمام وجوہ بھی بتا دیں۔

”کیا یہ ناپسندیدگی اتنی شدید ہو سکتی ہے کہ نوبت  
قتل تک پہنچ جائے؟ کہیں یہ رقابت کا چکر تو نہیں  
ہے؟“ نامعہ نے پوچھا۔

تھانے میں عدیل اور نامعہ اس قتل کے سلسلے میں  
حاصل شدہ بیانات کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ لینق  
احمد کی لاش کی مختلف زاویوں سے کھینچی گئی تصاویر بھی  
ان کے سامنے موجود تھیں۔

”یہ ظاہر یوں لگتا تھا کہ لینق احمد پلیئر ڈ فیلمل پر  
جھک کر گیند کو اسٹک سے ضرب لگانے کی تیاری کر رہا  
تھا، مین اس وقت کسی نے پیچھے سے اس کی کھوپڑی پر  
رائفل کے بٹ کی ضرب لگائی۔ قاتل چونکہ کام ادھورا  
نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لہذا اس نے دوسری ضرب بھی  
لگائی اور مقتول کی کھوپڑی کا بائیں حصہ چکنا چور ہو گیا۔



باؤس آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ شہر سے باہر جانے کا ارادہ رکھتا تھا اور اس نے راحیلہ کو دعوے والے دن ایک ریسٹورنٹ میں ملاقات کے لئے بلایا تھا لیکن راحیلہ نے مہمانوں کی آمد کا بیانہ کر کے معذرت کر لی۔  
نامہ نے اشیا میں سرگوشش دی۔ ”ہم باری باری چاندی والا ٹیلی کے ارکان کے اس میں ملوث ہونے کے امکانات پر بات کرتے ہیں۔ ارشاد چاندی والا کی اس شام کیا مصروفیات رہیں؟“  
”بظاہر تو وہ شک و شبہ سے بالاتر نظر آ رہا ہے۔ شام کی جائے پر میں اس کے ساتھ تھا۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر اس خستہ حال بنگلے پر پہنچا جسے وہ کرا کر وہاں کثیر المیزانہ دفتری عمارت تعمیر کرانا چاہتا ہے۔ واپسی پر وہ تقریب کی تیاریوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لاش دریافت ہونے سے نصف گھنٹہ پہلے وہ اپنے چچا کو لینے کے لئے ریلوے اسٹیشن چلا گیا۔“

”نیری نظر میں اصل مشکوک فرد راحیلہ ہے۔“  
”ہم نے شخص لے کر اس میں کہا۔“ اس نے گھر والوں کی مخالفت مول لے کر مشکفی کی لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ اس سے زندگی کی سب سے بڑی حماقت سرزد ہو چکی ہے۔ لہذا احمد مشکوک پس منظر اور کردار کا مالک تھا اور اس نے محض چاندی والا ٹیلی کی دولت کے لالچ میں راحیلہ کو بھنسا لیا تھا۔ اسی لئے مشکفی کے صرف دو ماہ بعد ہی راحیلہ اس سے جان چھڑانے کے راستے ڈھونڈنے لگی اور پھر موقع ملنے ہی اپنی یہ خواہش پوری کر لی۔ مجھے شبہ ہے کہ لٹیک احمد پیشہ ور بلیک میلر تھا اور اس نے راحیلہ کی کوئی کمزوری ڈھونڈ کر اسے قابو میں کر رکھا تھا۔“  
”تمہاری باتوں میں وزن ہے لیکن ہمیں انہیں ثابت کرنے کے لئے کوئی محسوس ثبوت تلاش کرنا پڑے گا یا راحیلہ کی زبان کھلوانا پڑے گی۔“ عدیل نے کہا۔  
”راحیلہ کافی ضدی اور جذباتی ہے، جسمانی طور پر بھی کافی صحت مند ہے۔ ہو سکتا ہے یہ اسی کا کام ہو۔“  
کچھ دیر بعد وہ چاندی والا ماؤس کی طرف روانہ

”اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ راحیلہ کافی خوش شکل لڑکی ہے۔ اگر اکرام اس سے شادی کا خواہش مند رہا تو یہ کوئی انوکھی بات نہ ہوگی۔ میں اسے مزید کھگانے کی کوشش کروں گا۔ اس نے اپنے بیان میں لکھا ہے کہ وہ اس روز شام سے رات کے تک بنگلے کی انسی میں واقع دفتر میں کام کرتا رہا تھا تاہم وہ اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے کوئی گواہ پیش نہیں کر سکا۔ وہ ارشاد چاندی والا کے کاروبار اور جائداد کے معاملات میں ہاتھ مٹاتا ہے۔“

قدر سے توقف کے بعد عدیل نے دوبارہ سلسلہ کا کام جوڑا۔ ”ایک اور بات پر چاندی والا ٹیلی کے سبھی ارکان متفق ہیں اور وہ یہ کہ ان میں سے کسی کو بھی اس روز لٹیک احمد کی چاندی والا ماؤس آمد کی توقع نہیں تھی۔ نہ ہی بنگلے کے چوکیدار نے اسے دیکھا۔ وہ ایک نئی گاڑی میں آیا تھا جو تمام مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد بھی بنگلے کے پارکنگ میں موجود تھی۔ دو روز پہلے راحیلہ کی فون پر اس سے گفتگو ہوئی تھی جس میں لٹیک احمد نے کوئی اشارہ نہیں دیا تھا کہ وہ چاندی والا

ہو گیا۔ وہ وہاں پہنچا تو چاندی والا ٹیلی کے سینئر ارکان میں زبردست جھڑپ جاری تھی۔ آخر چاندی والا اپنی بھابھی کو طعنے دے رہا تھا کہ اس کی غلط تربیت کی وجہ سے راحیلہ خود ہوتی اور اس نے ایک راہ چلتے شخص سے مشکفی کر لی۔ ”یکم اکبر جو اپنا سے اور اس کی بیٹی کو نکلتا اور مفت خورہ قرار دے رہی تھی جو ساری زندگی سے اکبر چاندی والا مرحوم کے کلزوں پر ملتے رہے اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ارشاد دونوں بزرگوں میں بیچ بچاؤ کرانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس ناخوشگوار ماحول سے گھبرا کر عدیل بنگلے کے قبی لان کی طرف چلا گیا جہاں اس کی نظر بنگلے کے بوڑھے مالی فضل دین پر پڑی جو ان دنوں بھی چاندی والا باؤس کا مالی تھا جب عدیل اور ارشاد کلاس فیلو ہوا کرتے تھے۔ فضل دین نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود عدیل کو پہچان لیا۔ کچھ دیر کی کپ شپ کے بعد فضل دین نے بتایا کہ اب باغبانی کا کام اس کا بیٹا جہاں دین سنبھالتا ہے۔ فضل دین صرف نگرانی کرتا ہے کہ کوئی لان سے پھول وغیرہ نہ توڑے۔“

”جب بھی یہاں کوئی دعوت ہوتی ہے، میں رات گئے تک چوکیداری کرتا ہوں ورنہ لان میں ایک بھی پھول نہ باقی بچے۔“

”بابا آپ چند روز پہلے والی دعوت کی رات بھی نگرانی کر رہے تھے؟ آپ نے کسی کو پھیلے لان میں گھومتے پھرتے تو نہیں دیکھا؟“

”کئی جوڑے آئے تھے اس طرف لیکن مجھے دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔“ فضل دین کے لہجے میں فخر کی جھلک نمایاں تھی۔

”بابا اس دوران کھر کا کوئی فرد اس طرف نہیں آیا؟“  
”نہیں، بس اکرام بیٹا ایک بار نظر آیا تھا، باقی سب لوگوں کو تو دعوت سے ہی فرصت نہیں تھی۔“ فضل دین نے بتایا۔

اکرام کا نام سن کر عدیل چونکا۔ اسے یاد تھا کہ اکرام نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ وہ سہ پہر سے

رات تک کام میں مصروف رہا اور اس دوران وہ دفتر سے باہر نہیں نکلا۔ فضل دین سے اجازت لے کر عدیل سیدھا ارشاد چاندی والا کے دفتر میں پہنچا۔ اکرام نے خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا۔ ”آپ نے اپنے بیان میں دعویٰ کیا ہے کہ آپ اس روز سہ پہر سے رات تک اس دفتر سے نہیں نکلے جبکہ میرے پاس گواہ موجود ہے جس نے آپ کو مغرب کے بعد قبی لان میں دیکھا تھا۔“

اکرام کے چہرے پر تذبذب کے تاثرات ابھرے۔ پھر اس نے ایک گہری سانس بھر کر کہا۔ ”جی ہاں، میں وہاں گیا تھا دراصل میں کام کرتے کرتے آگیا تھا، میں نے سوچا کہ کچھ وقت گلی ہوا میں گزار کر تازہ دم ہو جاؤں۔“

انعام یافتہ، معلوماتی انعامی مقابلہ ہمارا ڈوڈ ایجسٹ،

ماہ مئی ۲۰۰۳ء۔

اسد اللہ اعظمی

اکھاروڈ، اٹلی۔ رانچی

(جھارکھنڈ)







نے روکھے لہجے میں کہا۔  
”دیکھو راحیلہ، میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔“  
عدیل نے نرم لہجے میں کہا۔  
”لیکن مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔“

”اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو ہر ممکن مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔“ عدیل نے کہا۔  
کوئی جواب دینے کے بجائے راحیلہ نے اپنا سر تھام لیا۔ ”اف میرے خدا، شاید میری کھوپڑی سچ سچ کھوم گئی تھی۔ مٹی نے مجھے اتنا سمجھایا لیکن میں نے ان کی ایک نہ مانی۔“

”میری بات غور سے سنو راحیلہ، وہ شخص تمہیں بلیک میل کر کے شادی پر مجبور تو نہیں کر رہا تھا؟“ عدیل نے پوچھا۔ راحیلہ کے چہرے پر حیرانی کے تاثرات ابھرے۔ ”بلیک میل؟ کیا مطلب ہے آپ کا؟“  
”چلو چھوڑو اگر وہ ایسا نہیں کر رہا تھا تو یہ بات تمہارے حق میں جاتی ہے۔ ویسے تمہاری اس سے کہاں ملاقات ہوئی تھی؟“

”جیم خانہ میں۔“ راحیلہ نے بتایا۔

”کیا تم اکثر وہاں جاتی ہو؟“

راحیلہ نے نفی میں جواب دیا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے کسی معقول شخص کا انتخاب کیوں نہیں کیا؟“

”شاید اس لئے کہ معقولیت اور دولت شاذ و نادر یکجا ہوتی ہے۔“ عدیل نے چہیتے ہوئے لہجے میں کہا۔  
راحیلہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”کیا مطلب ہے آپ کا؟“

”مطلب یہ ہے کہ اگر آپ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو آپ کو اپنے قریب ہی کوئی نہ کوئی معقول شخص نظر آجائے گا۔“ عدیل نے معنی خیز لہجے میں کہا۔  
”کہیں آپ خود کو تو امیدوار کے طور پر پیش نہیں کر رہے؟“

”جی نہیں، میں خود کو معقول تو کیا قابل قبول بھی تصور نہیں کرتا، ویسے بھی میری بنگلہ ہو چکی ہے، آپ

پسند بہت بلند ہوتی ہے۔ لہذا احمد نے کسی کوئی اور نہیں دیا وہ کسی اس کے لئے اونچے رشتوں کی کوئی میز نہیں، اسی لئے میں نے بھی اس سے امید نہیں بانڈی۔“  
”آپ کا مطلب ہے لہذا احمد کے راستے سے بچنے کا آپ کوئی فائدہ نہیں دے گا؟“ عدیل نے پوچھا۔  
”ہاں، یہی حقیقت ہے۔“ اکرام نے سر آہ بھر کر کہا۔ ”راحیلہ بھی مجھے شوہر کی مشیت سے قبول نہیں کرے گی۔“

”کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نے راحیلہ کی خوشنودی کے لئے اس کی جان چھڑانے کے لئے اس کی خواہش پر لہذا احمد کو ٹھکانے لگا دیا ہو؟“

”اگر راحیلہ مجھ پر اتنا اعتماد کرتی تو شاید میں یہ قدم اٹھانے سے بھی گریز نہ کرتا۔“ اکرام نے پُر عزم لہجے میں کہا۔ پھر اس کے چہرے پر مایوسی کا دوبارہ غلبہ ہو گیا۔ ”لیکن افسوس، ایسا کچھ نہیں ہوا۔“

عدیل اکرام کے بیان سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا تاہم اس نے دوبارہ ملاقات کا عندیہ ظاہر کر کے اجازت طلب کر لی۔ اب وہ راحیلہ کو ذرا تفصیل سے کھانا چاہتا تھا۔ اس کا مقول سے سب سے قریبی رشتہ تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے مقول سے اپنی فون پر گفتگو کے بارے میں غلط فہمی سے کام لیا ہو کہ اس نے ملاقات سے معذرت کر لی تھی۔ ممکن ہے اس نے مقول کو ٹھکانے لگانے کے ارادے سے بلایا ہو۔ اس نے جس انداز میں مہمانوں کو گھر کی سیر کرائی کی ذمہ داری اپنے سر سے نال کر عدیل کے ذمہ ڈالی تھی وہ بھی خاصا قابل غور تھا۔ ہو سکتا ہے وہ جاہلی ہو کہ لاش دریافت کرنے کا مرحلہ ایک پولیس آفیسر کے ہاتھوں طے ہو۔ مزید یہ کہ وہ اتنے بڑے سانس کے باوجود کچھ زیادہ زنجیرہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ عامہ کا یہ نظریہ بھی درست ہو سکتا تھا کہ اس نے بلیک میلنگ سے جان چھڑانے کے لئے لہذا احمد کا کام تمام کیا ہو۔

”میں بیان دے چکی ہوں، اب میں اس واقعے کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔“ راحیلہ

upload

by

salimsalkhan

”وکیل مسٹر اکرام، یہ تقریباً وہی وقت تھا جب لہذا احمد کو قتل کیا گیا۔ یہ کام تم بڑی آسانی سے کر سکتے تھے۔“ عدیل نے بے لگب لہجے میں کہا۔

”لیکن مجھے اسے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟“ اکرام نے پوچھا۔ ”اس نے میرا کیا کار کاڑھا؟“  
”مجھے بتا چلا ہے کہ آپ خود بھی راحیلہ سے شادی سے خواہشمند تھے لیکن اس نے لہذا احمد کا انتخاب کیا۔“ عدیل نے ہوا میں تیر چلایا۔

قدیم مذہب کے بعد اکرام نے کہا۔ ”یہ سچ ہے کہ میں راحیلہ کو بلیک میل سے پکڑ کر رہا ہوں لیکن یہ معاملہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔ میں جانتا تھا راحیلہ اپنے بھائی کے معمولی مارے سے بھی شادی نہیں کرے گی۔ اس کی

ذرا ذہن پر زور ڈالیں۔ ویسے وہ بات ادھوری رہ گئی، تم نے اس کا انتخاب کیوں کیا؟“

”شاید اس کی دولت اور پراسرار شخصیت کی وجہ سے۔ روپیہ پانی کی طرح بہاتا تھا اور انتہائی رومانوی گفتگو کرتا تھا۔ ہمارا ابتدائی وقت بہت اچھا گزرا۔ وہ

ہماری فیملی سے کافی مرعوب تھا۔“

”کیا تم نے اپنی فیملی کے خراب مالی حالات کے بارے میں بتایا تھا؟“

”ہاں۔۔۔ نہیں، واضح الفاظ میں تو نہیں، البتہ

میں نے بتا دیا تھا کہ خاندانی بھرم قائم رکھنے کے لئے ہم سب کو سخت جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔ اس نے اس

جدوجہد میں شامل ہونے کے لئے خود بھی چاندی والا باؤس منتقل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن بعد میں

”تم لوگوں کی منتفی اب بھی برقرار تھی ناں؟“

”جی ہاں، دراصل میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ

معاملہ کس انداز میں ختم کیا جائے۔“ راحیلہ نے کہا۔





عدیل اور برکت اللہ ایسے ایچ او کے کمرے سے نکلے تو عدیل نے کہا۔ ”یار میں تو لیتق احمد کے فلیٹ کی دوبارہ تلاشی لینا چاہوں گا۔ ہو سکتا ہے، اس نے وہاں کوئی خفیہ خانہ بنا کر منشیات وغیرہ چھپا رکھی ہوں، وہاں سے کوئی اور کام کی چیز بھی مل سکتی ہے۔“

برکت اللہ نے اس کی تائید کی۔ وہ دونوں لیتق احمد کے فلیٹ پر پہنچے تو وہاں سب کچھ الٹ پلٹ پایا۔ صاف لگ رہا تھا کہ کسی نے نہایت باریک بینی سے وہاں کی تلاشی لی ہے۔ ”لو بھی، کوئی ہم سے پہلے ہی کام کر گیا۔“ عدیل نے کہا۔

”ہاں، لیکن اسے یہاں سے کوئی کام کی چیز نہیں ملی، ارسلان خان عرف لیتق کافی چالاک آدمی تھا۔ اس نے ایسی ویسی چیز گھر میں رکھنے کی حماقت نہیں کی۔“ فلیٹ کا جائزہ لینے کے بعد عدیل کو برکت اللہ کی تائید کرتا پڑی۔ وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکلے تو آس پاس کے تمام فلیٹوں کے مکینوں کو وہاں موجود پایا۔

”اوہ، آپ ہیں سب انسپکٹر صاحب، ہم سمجھے ایک بار پھر لیتق کے فلیٹ میں چور کھس آئے۔“ ”ابھی تین چار گھنٹے پہلے، ایک ہی تھا لیکن بہت پھر تیز اور خطرناک، ایک کے تو قابو نہ آتا لیکن ہم سب نے اسے کسی نہ کسی طرح قابو کر کے تھانے پہنچایا دیا۔“

”میرا اندازہ ہے کہ راجیلہ کو بھی بے وقوف بنایا گیا تھا۔ یہ دیکھو، لیتق احمد کا ڈرائیونگ لائسنس بھی محض چھ مہینے پہلے جاری ہوا ہے جو واضح طور پر مشکوک بات ہے۔ اب ہمیں اس کے بینک لاکر کی تلاشی کی کوشش کرنا ہوگی۔“

”یہ تو ادنیٰ مشکل کام ہے سرجی لیکن مجھے یقین ہے ایسے ایچ او صاحب کسی نہ کسی طرح یہ مسئلہ حل کر دیں گے۔“

انسپکٹر سرفراز احمد نے ارسلان خان کا نام سنا تو وہ تھوڑا سا چونکا۔ پھر اس نے نیلی فون نمبر والی ڈائریکٹری دیکھ کر ایک نمبر ملایا۔ ”جی سہراب صاحب، میں سرفراز احمد بات کر رہا ہوں، کیسے مزاج ہیں آپ کے۔۔۔۔۔۔ سہراب صاحب آپ نے کچھ دن پہلے ارسلان خان کا ذکر کیا تھا۔۔۔۔۔۔ جی ہاں، وہی، کیا تجھے اس کی تصویر مل سکتی ہے؟“ ٹھیک ہے، مختصر ریکارڈ بھی مل جائے تو۔۔۔۔۔۔ ہاں، میں اسے ماتحت کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ جی ہاں، آپ کی اجازت سے کارروائی آگے بڑھے گی۔“

☆ ☆ ☆

برکت اللہ نے لفافہ سرفراز کے حوالے کیا۔ اس کے اندر سے برآمد ہونے والی تصویر پر ایک نظر ڈال کر سرفراز نے وہ عدیل کی ہاتھ میں تھما دی۔ وہ بلاشبہ لیتق احمد تھا۔ ”یہ ارسلان خان ہے، منشیات کا مقامی سپلائر۔ انداد و منشیات کا محکمہ گزشتہ کئی ماہ سے اس کی ناک میں تھا۔“

”تو کہانی ہی کچھ اور ہوگئی سر، اس کے قتل میں اس کی یہ شناخت جعلی ہے تو پھر باقی سب بھی جعلی ہوگا۔ کے اسے گروہ کے ارکان سے لے کر حریف گروہوں ڈرائیونگ مشین پر کھڑا تھا۔“

”ہاں لیکن چاندی والا قیدی کو محض اس بنیاد پر اس فرم کا نمبر ملے پر پتا چلا کہ وہاں اس نام کا لنک سے بالاتر نہ سمجھ لینا۔“ سرفراز احمد نے کہا۔ مدیل نے اسے یقین دلایا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ ”ٹھیک ”سوال یہ ہے سرجی کہ راجیلہ نے جھوٹ بولا یا پھر ہے۔ ان شاء اللہ کل صبح تک میں وہ بینک لاکر کھولنے اس سے بھی غلط بیانی کی گئی تھی؟“ برکت اللہ نے کہا۔ ”اجازت نامہ حاصل کر لوں گا۔“

ڈرائیونگ لائسنس اور بینک لاکر کی چابیاں ملیں۔ عدیل وہاں سے سیدھا تھانے پہنچا اور انسپکٹر سرفراز سے فلیٹ کی تلاشی کی اجازت حاصل کر کے اگلی صبح برکت اللہ سمیت اس بلڈنگ میں جا پہنچا جہاں لیتق احمد کا فلیٹ واقع تھا۔

اس ابتدائی مہینے فلیٹ کی آرائش پر بھی دل کھول کر پیسہ خرچ کیا گیا تھا۔ وہاں سے ان لوگوں کو محض دو کام کی چیزیں مل سکیں۔ ایک بینک چیک بک اور دوسری ارسلان خان کے نام کے متعدد ورنڈنگ کارڈز۔ عدیل اور برکت اللہ وہاں سے سیدھے بینک پہنچے۔ بینک غیر کے تعاون پر آمادہ کرنے کے لئے انہیں کافی تنگ دو کرنا پڑی۔ انہیں پتا چلا کہ لیتق احمد نے صرف دو ماہ پہلے اکاؤنٹ کھولا یا اور اس دوران کئی مرتبہ کافی بڑی رقمیں وہاں جمع کرائی گئیں تاہم تنخواہ یا ماہانہ آمدی کے انداز میں یہ سلسلہ نہیں رہا۔

عدیل اور برکت اللہ بینک سے فارغ ہو کر ارسلان خان کے پتے پر پہنچے۔ اس پتے پر مقیم شخص نے بتایا کہ ارسلان خان اڑھائی ماہ پہلے اپنا فلیٹ بیچ کر کسی اور جگہ منتقل ہو چکا ہے۔ عدیل کے پوچھنے پر اس نے ارسلان خان کا جو حلیہ بتایا وہ لیتق احمد کے حلیے سے مختلف نہیں تھا۔

”اس کا مطلب ہے لیتق احمد کا اصل نام غالباً ارسلان خان ہے۔ اس نے راجیلہ کو بھانسنے کے لئے یہ فرضی نام اپنایا تھا۔ وہ یقینی طور پر کوئی فراڈ آدمی تھا۔“

عدیل نے کہا۔

برکت اللہ نے اس کی تائید کی۔ ”سرجی، اگر اس کی یہ شناخت جعلی ہے تو پھر باقی سب بھی جعلی ہوگا۔ ڈرائیونگ مشین پر کھڑا تھا جس کا لیتق نے خود کو تنگ کوئی بھی ملوث ہو سکتا ہے۔“ عدیل نے کہا۔

”ہاں لیکن چاندی والا قیدی کو محض اس بنیاد پر اس فرم کا نمبر ملے پر پتا چلا کہ وہاں اس نام کا لنک سے بالاتر نہ سمجھ لینا۔“ سرفراز احمد نے کہا۔

مدیل نے اسے یقین دلایا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ ”ٹھیک ”سوال یہ ہے سرجی کہ راجیلہ نے جھوٹ بولا یا پھر ہے۔ ان شاء اللہ کل صبح تک میں وہ بینک لاکر کھولنے اس سے بھی غلط بیانی کی گئی تھی؟“ برکت اللہ نے کہا۔ ”اجازت نامہ حاصل کر لوں گا۔“

عدیل نے استغناء سے انداز میں سر کو جنبش دی۔ ”تم نے اس سے پوچھا تھا کہ اس کے پاس یہ دولت کہاں سے آئی؟“

”نہیں، کبھی اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ وہ اسٹاک بروکر تھا۔ میرا خیال ہے اسے ورلڈ میں کچھ دولت ملی ہوگی۔ اس نے اسٹاک ایکسچینج میں شیئرز کی خرید و فروخت کے ذریعے اس دولت میں اضافہ کر لیا ہوگا۔“

”گویا اس کے والدین فوت ہو چکے تھے؟“

عدیل نے پوچھا۔

”جی ہاں، اس کا کوئی قریبی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری پہلی کا حصہ بننے پر تیار ہو گیا۔ اب میرے خدائے مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ میری پہلی میں سے کسی نے اسے قتل کیا ہوگا، سارا تصور میرا ہے۔“

”بے وقوف نہ بنو، لیتق خواہ کتنا ہی نامعقول رہا ہو، مگر یہ رویہ اسے قتل کرنے کا جواز نہیں بن سکتا۔ تمہارے اندازے کے مطابق لیتق کے اس طرح اچانک تمہارے گھر آنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“

”میرا خیال ہے وہ مجھے حیران کرنا چاہتا ہوگا۔ وہ ایسی ہی غیر متوقع حرکات کیا کرتا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔“ راجیلہ نے قدرے ناگوار سی کہا۔

”ہو سکتا ہے اس نے یہ بات محسوس کر لی ہو اور وہ تمہیں منانے کے لئے کسی رومانٹک جگہ پر ڈنر کرانے کے لئے لے جانا چاہتا ہو۔ وہ یقیناً اس وقت آیا ہوگا جب سب لوگ ہال کمرے میں مشروبات سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔“

”مجھے لا بیری سے اس کا ہنڈ بیگ ملا ہے۔“

”اوہ، اس بات کا پولیس کے ریکارڈ میں کوئی تذکرہ نہیں ہے، میں وہ بیگ دیکھنا چاہوں گا۔“

راجیلہ نے وہ بیگ عدیل کے حوالے کر دیا۔

عدیل نے الگ تھلک گٹھے میں بیچ کر بیگ کا جائزہ لیا تو اس میں لیتق احمد کے ورنڈنگ کارڈز،



رخصت ہونے کے بعد بتایا۔

”اس کا مطلب ہے یہ کیس اب ہمارے ہاتھ

سے نکل گیا۔“ نامہ نے کہا۔

”نہیں، ارسلان خان کے قتل کا کیس تو اب ہم

ہمارے پاس ہے۔“ سرفراز احمد نے تسلی دی لیکن ان

خیال غلط ثابت ہوا۔

اگلے ہی روز معاملہ پوری طرح ان کے ہاتھ سے

نکل گیا۔ ”ہاشم خان نے ارسلان خان کے قتل کا

اعتراف کر لیا ہے۔ ارسلان خان قانون نافذ کرنے

والے اداروں کی نظر میں آنے کے بعد اس فیملی سے

جان چھڑانا چاہتا تھا۔ اسی نیت سے اس نے نئی شناخت

اختیاری اور چاندی والا خاندان کے بڑے نام کی آڑ میں

خود کو چھپانا چاہا۔ اس کے گروہ کے سرکردہ افراد کو اس کے

طرف سے غداری کا شبہ تھا لہذا اس کو ٹھکانے لگانے کا

حکم جاری کر دیا گیا لیکن انہیں منشیات کی وہ بھاری

مقدار بھی حاصل کرنا تھی جو ارسلان کے قبضہ میں تھی

اس مقصد کے لئے ہاشم کو ارسلان کے فلیٹ کی تلاشت

لینے بھیجا گیا جہاں وہ پکڑا گیا۔ ہاشم چوری چھپے ارسلان

کے پیچھے پیچھے چاندی والا ہاؤس میں داخل ہوا اور پھر اپنے

کام مکمل کرنے کے بعد چپ چاپ واپس نکل آیا۔ اگر

دوران کسی کی اس پر نظر پڑتی تھی تو اسے تقریر سے

میں شریک مہمان تصور کیا گیا ہوگا کیونکہ وہ انتہائی عمدہ

سوٹ پہن کر شاندار گاڑی میں بیٹھنے سے داخل ہوا اور

البتہ وہ بیٹھنے کی اصل عمارت کے اندر داخل نہیں ہوا تاکہ

میزبان کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔“

”کیس تو ہاتھ سے نکل گیا لیکن میرے لئے یہی

اطمینان بہت ہے کہ میرے پیچھے کے دوست کی فضا

کا کوئی فرد اس قتل کا مرتکب نہیں نکلا۔“

”ہاں یہ تو ہے، اب کب جا رہے ہو چاندی والا

ہاؤس؟ نامہ نے شریک لہجہ میں کہا۔ ”بھئی وہاں

تمہاری چاندی والی انتظار کر رہی ہے ناں!“

عدیل نے اسے گھور کر دیکھا لیکن نامہ پر اس کا

کوئی اثر نظر نہیں آ رہا تھا۔



”اوہ، اس کا مطلب ہے اس فلیٹ میں گھسنے والا

شخص اب تھانے میں ہے، برکت اللہ چلو، جلدی۔“

عدیل نے کہا۔

شخص اتفاق کی بات ہے کہ حوالات میں اس

وقت صرف ایک ہی شخص بند تھا۔ ”ابھی کچھ دیر پہلے

ایک وکیل صاحب کا فون آیا تھا۔“ مشتاق علی نے

کہا۔ ”وہ اسے ضمانت رہا کرانے کے لئے آنے

والے ہیں۔“

”خبردار فی الحال کوئی اس طرح کی کارروائی نہیں

ہونا چاہئے۔“ عدیل نے کہا۔ سرفراز احمد نے یہ بات سنی

تو چونک اٹھے۔ ”اوہ، یہ اسی منشیات فروش گروہ کا کارکن

ہے، میں سہراب صاحب سے بات کرتا ہوں۔“

ٹھیک پچاس منٹ بعد سہراب صاحب اپنے

ساتھیوں کے ہمراہ تھانے پہنچ گئے۔ ان پر نظر پڑتے

ہی حوالات میں بند شخص کے چہرے کی رنگت زرد

پڑی۔ ”شرم کی بات ہے ہاشم خان، اتنا نامی گرامی

بد معاش اور قاتل عام لوگوں کے ہاتھوں پکڑا گیا اور

اب چوری کے الزام میں حوالات میں بند ہے، چلو

میں تمہیں شایان شان جگہ لے چلتا ہوں۔“

”سہراب صاحب اسدو منشیات کے محکمے میں

اعلیٰ آفیسر ہیں، میرے پرانے واقف بھی ہیں۔ اب

خود ہی باری بات پوری طرح کھل کر سامنے آ جائے

گی۔ یہ شخص ہاشم خان خود اپنے ساتھیوں کی نشاندہی

کر دے گا۔“ سرفراز نے سہراب صاحب کے